مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمتہ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استعمال میں اعتدال!

یایھاالذین امنو الاتحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم ولاتعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین وکلوا مما رزقکم اللّٰہ حلالاً طیباً واتقوا اللّٰہ الذی انتم بہ مؤمنون صدق اللّٰہ العظیم (المائدہ، آیات ۸۸،۸۷)

قرآن عزیز کی یہ آیتیں سورۂ مائدہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" کی مشہور آیت جس میں تکمیل دین کا وعدہ ہے اسی سورہ میں ہے (آیت نمبر ۳) متعدد ضروری احکامات ومسائل کے ساتھ اہل کتاب بالخصوص یہود کی بدعہدیوں، حرام خوری اور اس قسم کی باتیں ان آیات سے قبل ذکر کی گئی ہیں۔ اہل کتاب کے دونوں طبقات یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرنے کا حکم اسی سورہ میں ہے (آیت نمبر ۱۵) اور جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کے ساتھ اپنی عملی زندگی میں فیصلے نہیں کرتے۔ ان کے کافر، ظالم اور فاسق ہونے کا الٰہی فتویٰ بھی اسی سورہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے (از آیات ۴۴ تا ۴۷) تاہم قرآن عزیز نے اپنی عادلانہ تعلیم کا بھرپور لحاظ کرتے ہوئے عیسائی بادشاہ نجاشی اور اس کے ان متعلقین کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے جنہوں نے مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کے دوران قائد وفد حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی قرآن سن کر نہ صرف اس کی سچائی کا اعتراف کیا بلکہ ان کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو بہنے لگے اور انہوں نے بھری مجلس میں یہ بات کہی۔

"اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے۔ لہذا ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ دیجئے" (آیت ۸۳)

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاذ گرامی شیخ الہند مولانا محمود حسن (اموی قرشی) دیوبندی قدس سرہ کے نامکمل حواشی کی تکمیل کرتے ہوئے جو جامع اور بصیرت افروز حواشی تحریر فرمائے ان میں صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷ کا حاشیہ نمبر ۱ اس سلسلہ میں نہایت درجہ قابل توجہ ہے۔ اس کی رو سے ہجرت حبشہ کے موقع پر جس کا قصہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ نجاشی ملک حبشہ نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت درجہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور ہجرت مدینہ کے کئی سال بعد ستر نو مسلم عیسائیوں کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، قائدنا الاعظم والاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ بھیجا۔ جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے قرآن عزیز سن کر اس درجہ متاثر ہوا کہ اپنی آنکھوں پر ضبط نہ کرسکے اور ان کی جذباتی کیفیت آنسوؤں کے ذریعے ظاہر ہونے لگی۔

اس شکل میں ان آیات کا موقع و محل دوسرا قرار پاتا ہے۔ لیکن ہمارا مقصد یہاں رب العزت کے کلام کے اس پہلو کا ذکر کرنا ہے کہ اس نے اختلاف کے باوجود کس طرح اعتدال کی راہ اپنائی۔ واقعات کی مزید تفصیل کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے، اس سے غرض نہیں۔ محض اگلی آیات پر گفتگو کے لئے بطور تمہید یہ گذارشات سامنے آئیں۔

سورہ مبارکہ کے اس سرسری مطالعہ کے بعد اب ان آیات کو دیکھیں اور سب سے پہلے ان کے ترجمہ پر غور فرمائیں۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! جو چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ ان میں سے لذیذ اور مرغوب طبع چیزوں کو حرام نہ کر لیا کرو۔ اور شرعی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے جو حلال و مرغوب ہو وہ کھاؤ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔" (مائدہ آیت ۸۷، ۸۸)

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے ان کی دعوت و تبلیغ کا میدان بڑا مختصر اور وقت بھی تھوڑا تھا۔ اسی طرح ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا حال تھا کہ وہ مخصوص زمان ومکان کی پابند تھیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کائنات انسانی کے لئے رسول و امام بن کر آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی بھی پوری دنیا کے لئے ہدایت کا سامان لے کر اتری۔ مکان کے ساتھ ساتھ زمان کا یہ عالم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو باقی رکھنا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن ہی کا سکہ چلے گا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کی تعلیم نہایت درجہ جامع، معتدل، فطری اور انسانی ترقیات کے لئے پوری طرح مشعلِ راہ ہو۔ چنانچہ قرآن کے بدترین دشمن بھی اس حقیقت سے اعراض نہیں کرسکتے کہ قرآن مجید میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

نزول قرآن کے وقت مکہ معظمہ کی جو آبادی اس کے مدّمقابل اور حریف تھی۔ اس کے متعلق خود قرآن کہتا ہے کہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھی۔ اس کے پاس اب تک کوئی نبی نہ آیا تھا۔ (السجدہ آیت ۳ وغیرہ) ان لوگوں کے مزاج میں بڑائی کا جو تصور تھا اور قیادت و سیادت کے جو ارمان مچلتے رہتے تھے۔ دیکھیں (الزخرف، آیت نمبر ۳۱) جس میں انہوں نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ ہوا۔ اس کے سبب انہوں نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب الٰہی کی بھرپور مخالفت کی۔ سالہا سال کی رسومات شرک اور آباؤ اجداد کے موروثی طریقے ان کے لئے چھوڑنا بڑے مشکل تھے۔ لیکن جوں جوں ان میں سے کسی کو بات سمجھ آتی گئی۔ وہ اسلام کا خادم اور مبلغ بنتا گیا اور جتنی دورِ جاہلیت میں مخالفت کی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ دور اسلام میں خدمت کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ ایسے ہی خوش قسمت لوگوں کے لئے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ خیارکم فی الجاھلیۃ، خیارکم فی الاسلام

کہ جاہلیت کے دور میں جن لوگوں کو جو معاشرتی مقام حاصل تھا قبولِ اسلام کے بعد بھی وہ باقی رہے گا۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی چابی اسے ہی دی گئی جس کے پاس پہلے تھی۔ حضرت ابوسفیان اور ان کا گھرانہ قبول اسلام سے قبل اپنا ایک خاص مقام رکھتا تھا تو اب بھی انہیں وہ مقام حاصل رہا۔ حتّٰی کہ فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ ہی نہیں قرب و جوار تک میں مخالفت اسلام کی آندھی رک گئی اور لوگ جماعت در جماعت حلقہ بگوش اسلام ہو کر ایسے مطیع و منقاد ہو گئے کہ چشم فلک نے ایسی اطاعت و فرمانبرداری پھر نہ دیکھی۔ لیکن مدینہ طیبہ کی ہجرت کے بعد جن لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پڑا وہ یہود تھے۔ جن کے دامن پر کئی انبیاء علیہم السلام کا خون مقدس تھا۔ جنہوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدنا مریم طاہرہ پر تہمت تراشی تھی (النساء آیات ۱۰۰ تا ۱۰۶) یہ قوم بزعم خویش اولاد انبیاء ہی نہیں ابناء اللہ واحباء کی دعویدار تھی (المائدہ آیت نمبر ۱۸، اس میں یہود کے ساتھ نصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ ہے) نبوت و رسالت کو موروثی چیز سمجھنے کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدترین دشمن تھی۔ ہدایت و نجات کو اپنے گھر کی لونڈی قرار دے کر باقی سب کو غیر ناجی سمجھتی (البقرہ آیت ۱۱۱، ۱۳۵) پھر اپنی سازشی طبیعت سے اس نے مدینہ منورہ میں اپنا سیاسی اور معاشرتی دبدبہ قائم کر رکھا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عزیز کے ذریعہ ان کے غرور کو توڑا۔ حُبّ جاہ اور حُبّ مال کی جو بیماری ان میں سرایت کر چکی تھی ان کی نشان دہی کی۔ ان کے جرائم کی پوری فہرست انسانی معاشرہ کے علم میں لائی گئی اور نبیوں کی اولاد کے حوالہ سے انہوں نے جو عمارت تعمیر کر رکھی تھی ان کی بنیادیں ہلادیں۔ قرآن نے بتایا کہ یہ قوم مردود و مغضوب ہے۔ لذات و شہوات دنیا اور حرام خوری اس کا سب سے بڑا امتیاز ہے۔ اس سلسلہ میں یہ آیات الٰہی کا سودا کرنے اور عدالتی نظام کو رشوت کے ذریعہ داغدار کرنے سے بھی نہیں چوکتی۔ رہ گیا اہل کتاب کا دوسرا طبقہ عیسائی۔ تو گو وہ مدینہ طیبہ میں نہ تھے۔ تاہم نجران سے چل کر وہ یہاں آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اور کٹ حجتی کا بھرپور مظاہرہ کیا (تفصیل سورہ آل عمران میں ہے) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتایا کہ یہود...... حرام خوری، لذت و شہوات میں انہماک کے سبب دین میں تفریط کا باعث بنے ہیں تو نصاریٰ دین میں غُلو، عقیدت مندی میں بے جا نظریات اور رہبانیت جیسی بیماریوں کا شکار ہو گئے۔ سچ یہ ہے کہ رہبانیت، دینداری اور روحانیت کا ایسا ہیضہ ہے جو روحانی نظام کو اس طرح تلپٹ کر دیتا ہے۔ جس طرح ہیضہ جسمانی سسٹم کو اتھل پتھل کر دیتا ہے..... اس مقام پر سورہ حدید کی آیت ۲۷ سامنے رکھیں جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا "کہ ان لوگوں، نے بالخصوص نصاریٰ نے انعامات خداوندی سے کنارہ کشی اختیار کر کے ایک نئی بات دین میں نکال لی (بدعت اسی کا نام ہے) ہم نے اس کا انہیں حکم نہ دیا تھا۔ انہوں نے یہ کام اس غرض سے کیا کہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو لیکن اسے بھی صحیح طور پر نہ نبھا سکے (اور کیسے نبھا سکتے ہیں۔ جب ایک چیز اپنی مرضی سے جاری کر لی جائے تو معاملہ خراب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح دین و شریعت پر چلائے) اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ ترک دنیا، تجرد کی زندگی قانون قدرت کے راستہ میں حائل ہے۔ اس کا انجام و

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ رب العزت کی حلال کردہ چیزوں کو خواہی نخواہی اپنے اوپر حرام کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور ظاہر ہے یہ بات کسی طور پسند نہیں کی جا سکتی۔ حلال و حرام کا شعبہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مجال دخل اندازی نہیں۔ لیکن روحانیت اور دینداری کے جھوٹے زعم اور تصوف و طریقت کے خود ساختہ طور طریقوں کی غرض سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں سے اعراض اور ان سے کنارہ کشی ایسا سنگین جرم ہے جو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس کا ردعمل بھی ایک وقت میں اس طرح سامنے آتا ہے کہ کچھ لوگ آگے بڑھ کر حرام کو حلال کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور حرام چیزیں ان کی زندگی کا لازمہ بن جاتی ہیں۔ حرام اور باطل کے معاملہ میں یہ نرم گوشہ ردعمل ہوتا ہے۔ اس نام نہاد زاہدانہ زندگی کا جو عیسائی دنیا میں رہبانیت کے حوالہ سے مشہور ہے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید کے آخر میں سخت نکتہ چینی کی اور اسے بدعت و تحریف فی الدین سے یاد کیا اور جس کے متعلق رسول محترم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا اسلام میں کوئی مقام نہیں لارھبانیۃ فی الاسلام۔ ایک خادم قرآن کے بقول:۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف صاف اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ، حلال و طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرالیں نہ صرف یہ ہی بلکہ ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی حلال و طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی لیکن اس میں بھی دو باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

ایک تو "اعتداء" سے روکا۔ جس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ حلال کے ساتھ حرام کا معاملہ کرنے لگیں اور نصرانیوں کی طرح ان سے اجتناب برتنے لگیں اور یہ بھی اس کا مفہوم ہوسکتا ہے کہ حلال میں اس طرح منہمک ہو جائیں کہ بس خورو نوش اور جسمانی لذت و آرائش ہی کو یہود کی طرح مطمح نظر بنالیں بلکہ اس کے بین بین اعتدال کا راستہ اس طرح اختیار کریں کہ کسی حلال سے اجتناب نہ کریں۔ لیکن اس کا استعمال بقدر ضرورت کریں۔

اور دوسری بات ان آیات میں تقویٰ کی فرمائی۔ جس کا مفہوم ہے کہ اپنی پوری زندگی کو منشائے الٰہی کے مطابق گزارنا اور بقول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

"اس طرح شاہراہ حیات پر سفر کرنا کہ اس کا قلب اور روح منکرات و فواحش اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانیوں کے کانٹوں سے زخمی و مجروح نہ ہونے پائے بلکہ انسان اپنے قلب و نظر کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح جسم کی حفاظت کرتا اور اسے ہر حادثہ سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔"

ان دو اصولوں کا لحاظ ہوگا تو ان شاء اللہ نعمت سے صحیح طور پر استفادہ ممکن ہوگا اور اسی پر صحیح نتائج مرتب ہوں گے۔ رب العزت ہمیں ہدایت کی نعمت سے نوازے۔ آمین۔